صاحب "قاموس المحیط" کی ایک نادر قرآنی تالیف

مولانا سید عبد الرؤف صاحب عالی معاون علمی مجلس معارف القرآن دار العلوم دیوبند

صاحب قاموس مجد الدین فیروز آبادی کی شہرت عام طور پر ایک لغوی کی حیثیت سے ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے لغت وادب کے علاوہ تاریخ، فقہ، حدیث، تفسیر اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ پر بھی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی تصانیف کا عدد پچاس کے لگ بھگ پہنچ جاتا ہے۔ مگر ان میں سے بہت کم کتابیں ایسی ہیں جو طبع ہو سکی ہوں۔

البتہ یہ بات شاید ایک محدود طبقے کے علاوہ بالعموم لوگوں کے علم میں نہ ہوگی کہ مستقل موضوعات پر الگ الگ تصنیفات کے ساتھ ساتھ فیروز آبادی نے اپنے ذوقِ علمی اور والیٔ یمن سلطان اشرف اسماعیل بن العباس (ف ۸۰۳ھ) کی علم دوستی اور علم پروری کے تحت اپنے عہد کے تمام علوم عقلیہ و نقلیہ پر بھی ایک ضخیم کتاب لکھنے کا منصوبہ بنایا تھا جس کی جامعیت کا اندازہ اس مقدمہ سے ہوتا ہے جو مصنف نے اس عظیم تصنیف کے لئے لکھا تھا جس کے پیشِ نظر یہ تصنیف درحقیقت اپنے وقت کی "انسائیکلوپیڈیا" کہی جا سکتی تھی۔ فیروز آبادی نے اس "مجموعۃ العلوم" کا آغاز بطور برکت و تفاؤل علوم قرآن سے کیا تھا اور بقیہ ابواب دوسرے علوم و فنون کے لئے رکھے تھے۔

اس عظیم الشان تصنیف کو مصنف نے ساٹھ ابواب پر تقسیم کیا اور ہر باب کے لئے "مقصد" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ اب تک اس کتاب کے جو مخطوطے دستیاب ہوئے ہیں ان میں "المقصد الخامس والخمسون" پچپنویں باب تک فہرست ملتی ہے لیکن بعد کے آخری پانچ ابواب کے تفصیلی عنوانات نہیں ملتے۔ ہاں چھپنویں باب کی سرخی ضرور موجود ہے۔ باب ۵۷، ۵۸، ۵۹، اور ۶۰ کے تحت کسی فن یا علم کا ذکر نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ یہ علمی منصوبہ پورے طور پر مصنف کے ذہن سے قرطاس تک منتقل نہیں ہو سکا، تاہم مقدمے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فیروز آبادی رح نے اپنے عہد کے فلسفے، حکمت، ہیئت غرض تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کو بڑے عزم کے ساتھ تاریخ کے سینے میں محفوظ کر دینا چاہا تھا مگر مصنف اس دائرۃ المعارف کے ساٹھ عنوانات میں سے شاید صرف پہلے ہی عنوان "المقصد الاوّل فی لطائف القرآن العظیم" کو مکمل کر سکا۔

اس پہلے عنوان پر مشتمل دو مخطوطے دارالکتب المصریہ میں موجود تھے جنہیں "المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ" مصر نے اشاعت کے لئے منتخب کیا اور "لجنۃ احیاء التراث الاسلامی" کے زیر اہتمام طبع کرایا۔ استاذ محمد علی النجار نے اس مخطوطے کی تعلیق و ترتیب پر بڑی محنت کی ہے۔ یہ مخطوطہ دارالکتب المصریہ میں نمبر ۲۲۹ پر ۱۳ × ۲۱ سینٹی میٹر سائز کے ۲۰۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحے میں ۲۳ سطریں ہیں، عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں۔ حسین بن عمر کی کتابت ہے۔ سن کتابت ۱۱۷۲ھ درج ہے۔ ابتدائی اوراق مُذَہَّب اور ہیں جدولیں سرخ اور نیلی ہیں۔ اور خطِ نسخ استعمال کیا گیا ہے۔

دوسرا مخطوطہ بھی دارالکتب المصریہ ہی میں ہے جو نمبر ۲۵۹ پر درج ہے ۲۲۷ صفحات پر مشتمل ہیں۔ ہر صفحے میں ۴۰ سطریں ہیں، نسخہ نمبر ۲۲۹ کے [illegible] قلم خفی استعمال کیا گیا ہے۔ کاتب بھی متعدد ہیں، چنانچہ رسم خط بھی متعدد ہیں۔ عنوانات سرخ روشنائی سے لکھے گئے ہیں ان پر حواشی اور فٹ نوٹس بھی کافی موجود ہیں۔ البتہ اس مخطوطہ پر تاریخِ کتابت کسی ایک کاتب نے بھی تحریر نہیں کی۔

یہ دونوں مخطوطے اپنی ندرت کے لحاظ سے جس درجہ اہم تھے اتنے ہی اغلاط سے پر تھے، بعض مقامات پر بیاض چھوٹی ہوئی تھی۔ کتابت کی غلطیاں اور الفاظ میں تحریف اس کثرت سے تھی کہ عبارت کا مفہوم سمجھنا دشوار تھا۔ فاضل مرتب استاد محمد علی النجار نے پوری دیدہ وری کے ساتھ اصلاح و تصحیح اور تحقیق و تعلیق کا فریضہ انجام دے کر فیروز آبادی

کی اس نادر تالیف کو "بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز" کے نام سے نئی زندگی بخشدی ہے
اس کتاب کی اہم ترین خصوصیت یہی ہے کہ اس میں اختصار وجامعیت کیساتھ کلام اللہ کے بارے میں بنیادی تفسیری معلومات اس انداز میں فراہم کردی گئیں جو ہر عامی وعالم کے لئے کارآمد ہیں ابتدا میں مولف نے علوم قرآن سے متعلق بنیادی مباحث بیان کئے ہیں، اسکے بعد بالترتیب ایک ایک سورہ کی تفسیر ہے۔ ہر سورہ کے ذیل میں نو بنیادی تفسیری مباحث کا نہایت ابلاغ وایجاز کے ساتھ اہتمام کیا ہے۔
مقام نزول، تعداد آیات وکلمات، اختلاف قرأۃ، حاصل سورہ، اسمار سورہ، عمود سورہ، ناسخ ومنسوخ، متشابہات، فضائل سورہ، ان ۹ عنوانات کا مولف نے ہر سورۃ میں التزام رکھاہے، گویا ہر سورہ سے متعلق جو اہم معلومات ایک قاری کو مطلوب ہوسکتی ہیں وہ بہت اچھے ڈھنگ سے یکجا ہوگئی ہیں۔
مولف نے قرآن کریم کی ایک سوچودہ سورتوں کے بنیادی تفسیری مباحث سے فارغ ہونیکے بعد آیات وکلمات اور حروف پر ایک اجمالی روشنی ڈالی ہے اور اس جگہ کتاب کا جزء اوّل پورا ہوگیاہے۔ دوسرے جزء میں امام راغب اصفہانی کے طرز پر مفردات قرآن سے بحث کی ہے جس کی ترتیب میں کلمے کے ابتدائی حروف کا اعتبار کیاگیاہے اور اسی نہج سے قرآن کریم کے تمام لغوی اور وصفی معانی پر گفتگو کی ہے۔ حروف ہجا کی تعداد کے مطابق یہ جزء ۲۹ ابواب پر مشتمل ہے۔ تیسویں باب میں ان انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے جن کا قرآن میں نام آیاہے
یہاں فیروزآبادی کی "دائرۃ المعارف القرآنیہ" کا "مقصد اوّل" ختم ہوجاتاہے جس کو مولف نے مقدمۂ کتاب میں "المقصد الاوّل فی لطائف القرآن العظیم" کے نام سے موسوم کیا ہے اور فاضل صاحب تحقیق وتعلیق نے "بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز" کا نام دیاہے اور جس کو دو حصوں میں منقسم کرکے شائع کیا گیا ہے اس تسمیہ کی وجہ یہ ہے کہ فیروزآبادی نے مقصد اوّل میں ہر بحث کا عنوان "بصیرۃ" تجویز کیا تھا۔ چونکہ مقصد اوّل کی ساری بحثیں اسی حصے میں آگئی ہیں اس لئے جمع کا صیغہ "بصائر" لیا گیا۔ بصیرۃ وتمییز میں ایک باہمی نسبت

اسکے لحاظ سے "ذوی التمییز" کا لفظ موزوں تھا "بصائر" کی اضافت "ذوی التمییز" کی طرف کر دی گئی۔ پھر فیروز آبادی نے خود اصل تسمیہ میں سجع کا التزام کیا ہے اس بنا پر اصل نام کا دوسرا جزو "فی لطائف الکتاب العظیم" آخری لفظ کی تبدیلی سے "فی لطائف الکتاب العزیز" ہو گیا اور اب کتاب کا جدید نام "بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز" قرار پایا جو لوح کتاب پر درج ہے۔

اس میں شک نہیں کہ فیروز آبادی کی یہ تالیف اصلاً تفسیری مباحث پر مشتمل ہے اور علوم قرآن کا مولف نے احاطہ کرنے کی سعی نہیں کی جیسا کہ سیوطی کی الاتقان اور زرکشی کی البرہان کی حیثیت ہے تاہم اس کتاب کا مطالعہ ایک عام قاری کے لئے علوم قرآن سے مناسبت اور ان کے اشتیاق کی راہ باز کر دینے کے لئے کافی ہے۔ درحقیقت یہ علوم قرآن کے موضوع پر مقدسی کی "المرشد الوجیز فی علوم القرآن العزیز" بلقینی کی "مواقع العلوم من مواقع النجوم" زرکشی کی "البرہان فی علوم القرآن"، سیوطی "الاتقان فی علوم القرآن"، شعرانی کی الجواہر المصون ابن عقیلہ مکی کی "الاحسان فی علوم القرآن" اور شاہ ولی اللہ دہلوی کی "الفوز الکبیر" کیطرح حاوی اور جامع تالیف ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ یہ ایک عظیم تصنیفی منصوبے کا ایک جزو ہے؛ مستقل تصنیف نہیں ہے لیکن اس نادر تالیف کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ مطالعہ قرآن کریم کے سلسلہ میں بنیادی راہنمائی کی حامل ہے۔ قرآن کریم کے اصولی مباحث کی ضروری تفصیل اور دوران مطالعہ ہر سورۃ سے متعلق پیدا ہونیوالے بنیادی سوالات کے جوابات مولف نے اپنی حد تک یقیناً فراہم کر دیئے ہیں، جس سے مطالعہ کرنیوالے کو قرآن میں ایک اجمالی بصیرت ضرور حاصل ہو جاتی ہے جو اسکو تفصیلی اور فنی مطالعہ کا ذوق بھی بخشتی ہے اور جس سے اس راہ میں آگے بڑھنے کیلئے ایک ذہنی روشنی اور فکری جلا بھی ملتی۔ اس کتاب سے قرآن کریم اپنے اصولی مطالب و معانی کے ساتھ بیک نظر نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے۔ بلاشبہ اپنے موضوع پر اس انداز میں اپنے دور کی نادر تالیف ہے "لجنۃ احیاء التراث الاسلامی" نے اس کتاب کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر اور "المجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ" مصر نے اسکو شائع کر کے فیروز آبادی کی ایک اہم علمی خدمت کو دوام بخشدیا ہے جس کے لئے وہ اہل علم کی شکر گذاری کے مستحق ہیں۔